اصطلاح سازی کی اہمیت، اصول اور استعمال

ڈاکٹر محمد عامر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ABSTRACT:

The importance of terminology in translation is quite significant. Translators tend to determine various terminologies for translation. Its principles have been derived by the scholars of Urdu literature and linguistics after research, criticism and discussion. This article focuses on the definition, meaning and importance of terminology. Citation of opinions from different researchers is one significant aspect of this article. This article not only presents some terminologies as examples but also highlights the methodology to determine terminology. This article is equally beneficial for students and teachers. Moreover, this essay also reflects the terminologies either associated with Iqbal's ideology or coined by him. This is

a beacon for new translators. Considering its significance , we should promote the use of terminology. The use of terminology in Urdu literature and linguistics will in vocabulary and will intrigue the readers.

ہمارے سامنے زبان کی تین اقسام آتی ہیں۔ایک کاروباری دوسری ادبی اور تیسری علمی۔پہلی یعنی کاروباری قسم میں کسی منطقی ترتیب ،الفاظ اور موزوں ترین جملوں کی پابندی نہیں ہوتی۔اس میں عام گفتگو ہی کام چلا دیتی ہے۔یہ زبان کا عام اور سیدھا سادہ انداز ہے۔دوسری قسم ادبی زبان کی ہے۔اس کا استعمال شاعری اور نثر،دونوں میں ہوتا ہے۔اس میں استعمال ہونے والے الفاظ تخلیقی اور تعمیری ہوتے ہیں۔ادبی زبان بہت عمدہ، نفیس اور شیریں ہوتی ہے۔اس میں الفاظ کا خزانہ پایا جاتا ہے اور ادبی اصطلاحات سے بھرپور کام لیا جاتا ہے۔اس میں پیچیدگی بھی دیکھنے کو ملتی ہے اور ابہام کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔تیسری قسم علمی ہے۔اس میں حقیقی مفہوم سے کام لیا جاتا ہے جو ایک سے زیادہ معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اس میں مشکل سے بھی مشکل خیال کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قلب و ذہن معترف ہو جاتا ہے۔جہاں تک زبان کے مہذب ہونے کی بات ہے،اس میں ادبی اور علمی دونوں خوبیاں پائی جاتی ہیں اور جہاں تک کاروباری اظہار کا تعلق ہے وہ تو ابتدائی حالت میں بھی کسی نہ کسی طرح ہو جاتا ہے۔جہاں تک اصطلاح سازی کا تعلق ہے تو دوسری زبان سے الفاظ لے کر اپنی زبان میں شامل کر لینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ اُلٹا فائدہ ہی ہوتا ہے بس اس بات کا خیال رہے کہ زبان کی ساخت مجروح نہ ہو۔پروفیسر آلِ احمد سرور نے کیا خوب بات کہی ہے:

"بعض ایسے الفاظ کے لیے جو بالکل نئے ہیں اور جن کا مفہوم کسی طرح سے پرانے الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتا،ایک دو جگہ انگریزی سے الفاظ لینے میں کوئی

حرج نہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہونی چاہیے کہ مجموعی طور پر زبان کی جی نی اس (genius) مجروح نہ ہو"(1)

ہمیں بہت سی اصطلاحات کی مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔

Nature= فطرت

Natural= فطری

Naturalism= فطرت پرستی

اسے ذہن میں رکھتے ہوئے ہم Supernatural کے لیے مافوق الفطرت کہتے ہیں۔ اسے فوق الفطری بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح International کے لیے بین الاقوامی کہہ لیں اور اگر بین قومی بھی کہہ لیں تو مناسب ہو گا۔ "نشاۃ الثانیہ" کے لیے نئی بیداری کا لفظ استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ہم نے بہت سی عربی، فارسی اور ہندی اصطلاحات بھی رائج کر لی ہیں۔ ان میں کچھ تو ضرورت کے مطابق ہیں اور کچھ بلا ضرورت۔ نئے خیالات کے لیے نئے الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے لیے اصطلاح سازی کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مگر احتیاط کا دامن بہر حال تھامے رکھنا ہو گا۔ نئے الفاظ سے نئے اذہان کی تشکیل ہوتی ہے۔ ہم جب نئی چیز دریافت کرتے ہیں تو ہمارے علمی خزانے میں اس کا کہیں نہ کہیں کوئی سراغ ضرور پایا جاتا ہے۔

جہاں تک انگریزی اصطلاحات کو اردو اردو زبان میں رائج کرنے کی بات ہے تو اس حوالے سے ہمیں چند مسائل کا سامنا ضرور ہے۔ ہم انگریزی اصطلاحات یا الفاظ کو اردو زبان میں درست انداز سے درج نہیں کر سکتے۔ وطنِ عزیز کے باشندے انگریزی اصطلاحات اور الفاظ کو مناسب طور پر ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر یہ کہ ان مرکبات کے مادوں سے ہم نامانوس ہیں اور ہمارے کان بھی ان سے آشنا نہیں۔ ہم کسی جامع کے طلبا کو تعلیم دینے کے لیے تو دیگر زبان کی اصطلاحات سے انہیں روشناس کروا سکتے ہیں مگر عام لوگوں کو نہیں۔ پھر یہ خطرہ بھی ہر دم لاحق رہے گا کہ اگر انگریزی زبان کی

اصطلاحات کو اردو زبان میں رائج کیا جائے اور اپنی اصطلاحات نہ بنائی جائیں تو ہماری زبان کا تاثر کیا ہو گا؟

اس لیے ضروری ہے کہ اپنی زبان میں اصطلاحات کا چلن عام کیا جائے۔ اردو اصطلاحات کو فروغ دیا جائے۔ ان کا استعمال عام کیا جائے۔ براہِ راست انگریزی الفاظ اپنی زبان میں داخل نہ کیے جائیں بلکہ انہیں اردو زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر یہ بات بھی سننے کو ملتی ہے کہ کیمیائی نسخوں کے نام انگریزی زبان میں ہیں۔ ادویات دستیاب بھی انہی ناموں سے ہوتی ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ان چیزوں کے، ادویات کے اور کیمیائی نسخوں کے نام بدل دیے جائیں تو تجارت متاثر ہو گی۔ دکاندار نئے نام سمجھ نہ پائیں گے۔ اس مسئلے کا حل وحید الدین سلیم نے بہت خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"ہماری جدید اصطلاحات جب طلبا کے ذریعہ سے عام اور رائج ہو جائیں گی ہمارے تاجر اور دکاندار ان ناموں سے رفتہ رفتہ واقف ہو جائیں گے اور ان کو آسانی سے یاد کر لیں گے۔ انگریزی نام ان کو تجارتی ضرورت نے یاد کرائے ہیں"(2)

ہمیں اصطلاح سازی کی تاریخ سے آگاہ ہونا چاہیے۔ اصطلاح کیا ہے؟ اسے کیسے وضع کیا جاتا ہے؟ ترجمے میں اصطلاح کی بہت اہمیت ہے۔ اصطلاح سازی دراصل ایک تکنیک کا نام ہے۔ کسی تحریر کا ترجمہ کرتے وقت اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمے میں ایک زبان کے فن پارے کو دوسری زبان میں منتقل کرتے وقت بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اہم ترین مسئلہ ہی اصطلاحات کا ہوتا ہے کیونکہ ایسی تحریروں میں سارا دارومدار اصطلاحات پر ہوتا ہے۔ اصطلاح کا انتخاب درست نہ ہو یا وہ درست طور پر وضع نہ کی گئی ہو تو پھر متن کا مفہوم بھٹک جاتا ہے۔ کسی ادبی فن پارے کے ترجمے کے وقت دونوں زبانوں کے درمیان اصطلاحات کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت حاصل کر جاتا

ہے۔ یہ بات سامنے آئی ہے کہ تہذیبی اور سماجی تراجم کے دوران میں اصطلاحات ہی مشکل پیدا کر دیتی ہیں۔

اردو میں ترجمہ نگاری کی روایت بہت قدیم ہے۔ اردو زبان میں ترجمہ کا کام اس زبان کی ابتدا سے ہی سامنے نظر آتا ہے۔ مذہبی عقائد اور حکایات کے ترجمے ہوئے تو ان سے منسلک عربی اور فارسی اصطلاحات ادھار لے لی گئیں۔ قرآنِ پاک کے تراجم کے وقت اسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ اردو ادب پر اگر عربی اور فارسی کے اثرات کا جائزہ لیں تو وہاں بھی ادبی اصطلاحات خواہ وہ اصناف سے متعلق ہوں یا ان کا تعلق اظہار سے ہو، زیادہ تر مستعار لی گئی ہیں۔ لیکن علوم و فنون کے تراجم کے وقت ایسا نہیں ہوا۔ یہاں ہمیں اصطلاحات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اردو میں یہ سلسلہ باقاعدہ طور پر مدرسہ غازی الدین کے قیام 1792ء سے شروع ہوا جب مشرقی اور مغربی علوم کے عربی، فارسی، انگریزی اور دوسری زبانوں سے اردو میں ترجمے کرائے گئے۔ مدرسہ غازی الدین کے ترقی کرنے اور نیشنل کالج دہلی بننے کے بعد علمی اور تعلیمی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ وہاں 117 کتابوں کا ترجمہ سامنے آیا۔ وہاں اصطلاحات وضع کرنے کے اصول بھی مرتب ہوئے اور ان پر کتب بھی لکھی گئیں۔ اس سلسلہ میں دیگر جو ادارے ، انجمنیں اور سوسائٹیاں کام کر رہی تھیں ان میں انجمن ترقی اردو، دارالترجمہ عثمانیہ حیدر آباد اور قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان بہت اہم ہیں۔

اگر ہم اصطلاح کی تعریف کرنا چاہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

> "وہ مخصوص لفظ یا ترکیب جو مختلف علوم و فنون سے متعلق کسی خاص عنصر، آلے، عمل، تصور یا نظریے کے لیے غیر لغوی معنی میں استعمال ہوتی ہو"

اس کی مثال یوں دیکھی جاسکتی ہے کہ اردو زبان کا ایک عام لفظ ہے "گھڑی"۔ یعنی ایک مختصر سا وقت، لمحہ یا ساعت۔ لیکن اصطلاح میں اُس آلے کو گھڑی کہتے ہیں جو دن اور

رات کے چوبیس گھنٹوں کو منٹوں میں تقسیم کر کے دکھاتی ہے۔جب تک جدید ترین عددی (Digital) گھڑیاں ایجاد نہ ہوئی تھیں، گھڑیاں صرف بارہ گھنٹوں کو منٹ اور سیکنڈ کے کانٹوں اور رومن یا انگریزی ہندسوں کے ذریعے لکھی جاتی تھیں۔زبان کے عام الفاظ مثلاً پانی،روٹی ،مکان،سڑک،ہاتھ،پیر،آنکھ،آنسو،رونا،دھونا،کھانا،پینا،سونا،روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہیں اوران کے معنی بچہ ہو یا بوڑھا،سب کی سمجھ میں آتے ہیں۔لیکن اصطلاح کو جاننا،سیکھنا اور سمجھنا کچھ اور چیز ہے۔جو ضروری بھی ہے۔درج بالا مثال میں گھڑی کی اصطلاح اگرچہ بہت عام ہے اور بچپن ہی میں سب اس سے روشناس بھی ہو جاتے ہیں مگر مقیاس الحرارت (تھرما میٹر) ،دارالسلطنت (دارالخلافہ)،علم الجراحت (آپریشن سے علاج کا علم)،خنازیر (خناق)،یہ اصطلاحات عام فہم نہیں ہیں۔ابوالقاسم زاہراوی نے اپنی زبان کی ضرورت کے عین مطابق اپنی تصنیف "التصریف" میں اصطلاحات کا استعمال بہت خوبصورتی سے کیاہے۔اس کتاب میں "قاثاطیر "یعنی پیشاب خارج کرنے کا آلہ،مقامارع الاسنان یعنی دانت نکالنے کا آلہ،محقن یعنی انیما کرنے کا آلہ جیسی اصطلاحات سامنے آتی ہیں۔گویا اصطلاحات کی تخلیق وقت اور حالات کے مطابق ہے۔اس سے ترجمے میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔کوئی بھی قفل کھولنے کے لیے کلید کی ضرورت پڑتی ہے اور بڑی سے بڑی مشین بھی چابی کی محتاج ہے۔اصطلاح کسی خاص علم کے خاص موضوع کی چابی ہوا کرتی ہے۔

اصطلاح دراصل مخصوص معنویت پر مشتمل ملتا جلتا تصور ہے اور ہر علم کی اصطلاحات کی معنویت یا موضوعات،اجزاء وغیرہ دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ایک ہی اصطلاح کی شکل مختلف علوم میں مختلف تاثر رکھتی ہے۔علمِ کیمیا میں پائی جانے والی اصطلاح ممکن ہے علمِ عمرانیات میں بھی موجود ہو اور اس اصطلاح کی لغت بھی ایک جیسی ہو مگر ان کی معنوی تخصیص بالکل جدا ہوتی ہے۔مثلاً علمِ کیمیا کے مطابق

دو کیمیائی اجزا آپس میں تفاعل (Interaction) کرتے ہیں تو تفاعل کی اصطلاح کی خاص معنویت کو سمجھنے کی ضرورت ہو گی۔ اس کے برعکس علمِ عمرانیات میں سماجی عمل نمایاں ہو گا۔ ہر عمل کی اصطلاحات اس عمل تک محدود ہوتی ہیں اور دوسرے عمل کی اصطلاحات اس کی اپنی حد تک محدود ہوتی ہیں۔ خالد محمود خان نے بہت سی اصطلاحات کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

> "اصطلاحات سے مراد کسی خاص چیز، واقعہ، مظہر یا تصور کی خاص علامت ہوتی ہے۔ کوئی بہت بڑی اور وسیع معنویت ایک آدھ لفظ کی تخصیص میں سمودی جاتی ہے۔ دنیا بھر کے طبعی، معاشرتی اور تجارتی علوم کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں"(3)

یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں اصطلاحات کی ضرورت پڑتی کیوں ہے؟ وحید الدین سلیم اس بات کی وضاحت کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "جہاں ایک چھوٹے سے لفظ سے کام نکل سکتا ہے، وہاں بڑے بڑے لمبے جملے لکھنے پڑتے ہیں اور ان کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔ لکھنے والے کا وقت جدا ضائع ہوتا ہے اور پڑھنے والے کی طبیعت جدا ملول ہوتی ہے۔ اصطلاحیں در حقیقت اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو فوراً منتقل کر دیتی ہیں"(4)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصطلاحات کیسے تخلیق کی جائیں؟ کچھ ادارے تو یہاں تک کہتے تھے کی انگریزی اصطلاحات جو بولنے میں آسان ہیں وہ جوں کی توں اردو کے لیے بروئے کار لائی جائیں مگر کچھ ماہرین نے اس کی شدید مخالفت کی۔ وہ انگریزی اصطلاحات کو جاری رکھنے کے ہرگز حامی نہ تھے۔ مگر کچھ لوگ اس سے برعکس رائے رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ معمولی مکھی کا اصطلاحی لاطینی نام Musca domestica ہے۔ اردو میں بھی اسے یہی کہا جائے۔ گلاب کے پھول کو روز ارنڈیکا اور نیم کے درخت کو ایزاڈ کنکا انڈیا ہی کہا جائے جو ان کے لاطینی نام ہیں۔ اشیا اور ادویات کے ناموں کا ترجمہ ضروری نہیں اور جن مرکبات کے نام پہلے سے موجود ہیں وہ

بھی برقرار رہیں تو بہتر رہے گا۔ پنسلین، گلوکوز، عام استعمال میں ہیں۔ سوڈیم کلورائیڈ کو اصطلاح میں "معمولی نمک" کہنا ضروری نہیں ہے۔

"قومی اردو کونسل اور اصطلاح سازی" کی تجاویز کے مطابق یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ:

" ایسی اصطلاحوں کو ترجیح دی جائے جو مروج اور مقبول ہو چکی ہیں۔ چاہے اس میں کوئی
لسانی یا معنوی سقم ہی کیوں نہ ہو"(5)

کسی دوسری زبان سے ماخوذ اصطلاحات کے استعمال کی روایت ہر مصنف کے یہاں پائی جاتی ہے۔ کچھ ماہرین تو برملا اس استعمال کا اعتراف بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال نے اپنی تصنیف "علم الاقتصاد" کے دیباچے میں لکھا تھا کہ:

"نئی علمی اصطلاحات کے وضع کرنے کے وقت کو ہر بامذاق آدمی جانتا ہے۔ میں نے بعض اصطلاحات خود وضع کی ہیں اور بعض مصر کے عربی اخباروں سے لی ہیں جو زمانۂ حال کی عربی زبان میں آج کل متداول ہیں۔ جہاں جہاں کسی اردو لفظ کو اپنی طرف سے کوئی نیا مفہوم دیا ہے ساتھ ہی اس کی تصریح بھی کر دی ہے"(6)

اقبال نے اصطلاحات کے استعمال کی کچھ وضاحت بھی کی ہے۔ اپنی تصنیف "علم الاقتصاد" کے دیباچے میں لکھا ہے کہ:

" اصطلاحات کی نسبت ایک اور عرض یہ ہے کہ میں نے مانگ اور طلب، دستکاری اور محنت، دستکار اور محنتی، نفع اور منافع، ساہوکار اور سرمایہ دار، مالک وکارخانہ سار مترادف استعمال کیے ہیں۔ پیدائش اور پیداوار کا استعمال

ایک باریک فرق کو ظاہر کرتا ہے۔یعنی
پیدائش سے مراد فعل کی ہے اور
پیداوار نتیجہ فعل کی۔ علیٰ ہذالقیاس لفظ
تبادلہ اس جگہ استعمال کیا ہے جہاں
ایک سے دوسری شے کے عوض میں
دی جائے۔ عربی زبان میں مبادلے کا
یہ مفہوم لفظ مقائفہ سے ظاہر کیا جاتا
ہے، مگر چونکہ یہ لفظ عام فہم نہیں ہے
اس واسطے میں نے اس کے استعمال سے
احتراز کیا ہے"(7)

اس طرح یہ بات عیاں ہے کہ اصطلاحات کی تخلیق، ان کا استعمال اور ان کی وضاحت کسی بھی مصنف کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ایک اصطلاح (Classical Age) ہے جو محققین عام استعمال کرتے ہیں۔اردو زبان میں اسے "کلاسیکی دور" کہا جاتا ہے۔کلاسیکل سے مراد ہے اعلیٰ درجہ۔ انگریزی ادب میں اٹھارویں صدی کو کلاسیکل دور کہا جاتا ہے۔کلاسیکل کی اصطلاح اور رومن ادیب ہیومر اور ورجل کے لیے استعمال کی گئی اور انگریزی ادب کے لیے بھی یہ اصطلاح اس لیے استعمال کی گئی کیونکہ اس دور میں تنقید میں نقاد گزرے ہیں۔یہی اصطلاح اردو زبان میں مستعمل ہے۔

محققین اپنے مقالہ جات کے لیے اصطلاحات وضع کرتے ہیں۔اس کے لیے وہ خود بہت مشکل مراحل سے گزرتے ہیں مگر بعد والوں کے لیے بہت فائدہ مند مواد فراہم کرتے ہیں۔ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے اپنے مقالے کے لیے بہت سی اصطلاحات وضع کی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"مجھے اصطلاحاتِ علمیہ کے سلسلے میں سخت دشواریوں سے گزرنا پڑا اور چار وناچار بہت سی انگریزی اصطلاحات کو اختراع کرکے اردو جامہ پہنانا پڑا"(8)

ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے انگریزی سے اردو میں وضع کی گئی اصطلاحات کی فہرست بھی دی ہے جو کچھ اس طرح ہے۔

وضع و دریافت شدہ اصطلاحات

خیالی پیکر	ABSTRACT IMAGE	حرکاتی و سکناتی پیکر	KINESTHETIC IMAGE
مابعد پیکر	AFTER IMAGE	ادبی بیان	LITERAL DESCRIPTION
سامعاتی پیکر	AUDITORY IMAGE	تخیل آفرینی	MENTAL REPRESENTATIO N
مرئی پیکر	CONCRETE IMAGE	یاد داشتی پیکر	MEMORY IMAGE
مجموعی پیکر	COLLECTIVE IMAGE	استعاراتی پیکر	METAPHORICAL IMAGE
فروگزاشتہ پیکر	DISCARDED IMAGE	شاماتی پیکر	OLFACTORY IMAGE
ذہانتی پیکر	EIDITIC IMAGE	عظلاتی پیکر	ORGANIC IMAGE
جذباتی تحرّک	EMOTIONAL VIBRATION	شعری جذبہ	POETIC EMOTION

PRIMARY IMAGE	اساسی پیکر	FIGURATIVE DESCRIPTION	سجع بیانی
PHETORICAL FIGURES	بلاغتی صنائع	GUSTATORY IMAGE	ذائقاتی پیکر
SYMBOLIC IMAGE	علامتی پیکر	HALLUCINATIO N IMAGE	نظر فریب پیکر
SYSTEMATIC IMAGE	ترکیبی پیکر	HYPNOGOGIC IMAGE	خواب آور پیکر
TACTILE IMAGE	لامساتی پیکر	IMAGING	پیکر آرائی، پیکر ک اری
THEMATIC IMAGE	معنوی پیکر	IMAGISTS	پیکر باز
VISUAL IMAGE	بصری پیکر	IMAGE CLUSTURES	پیکری خوشہ
WORD PICTURE	لفظی تصویر	IMAGE MAKING	پیکر سازی
		IMAGE RELATUBG	پیکر بیانی
		IMAGEWORD	لفظی پیکر

یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ جب کسی زبان کے متن کا کسی دوسری زبان کے متن میں ترجمہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اصطلاحات پر توجہ درکار ہوتی ہے۔ خاص طور پر

علم و فن سے متعلق شعبہ جات کی کتب کا ترجمہ کرنا ہو تو نہ صرف ترجمے کی زبان میں مستعمل زبان میں اصطلاحات کو تلاش کرنا پڑتا ہے بلکہ علمی اور تکنیکی اعتبار سے ترقی یافتہ زبان سے ترجمہ کرنا ہو تو اصطلاحات وضع کرنا بھی ضروری ہے۔ اصطلاحات وضع کرنے کے لیے عربی، فارسی اور اگر ضرورت پڑے تو کسی بھی دوسری زبان کے الفاظ بروئے کار لانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ مگر اردو صرف و نحو کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے انگریزی سے اردو زبان میں رائج شدہ اصطلاحات جوں کی توں استعمال ہوں تو بہتر رہے گا۔ مثلاً سائنس کے کرشمے، سائنس کی ایجادات، اس میں سائنس کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آرٹس کا لفظ بدلنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ دو مختلف زبانوں کو ملا کر بھی اصطلاح اختیار کی جاسکتی ہے۔ دو لفظوں کو ملا کر اصطلاح بنائی جاسکتی ہے جیسے بجلی گھر۔ جو اصطلاحات بین الاقوامی حیثیت اختیار کر چکی ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اصطلاحات میں دوسروں کے لیے مشکلات پیدا نہ کی جائیں۔ اصطلاحات کی کچھ عام فہم مثالوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ لفظ "فون" کے لیے اصطلاحات دیکھیے۔

فون: Phone

فونیم: Phoneme

علم فونیم: Phonemics

فونیمیات: Phonology

فونیمیاتی: Phonological

انہیں یاد کرنے اور ادا کرنے کا فارمولا بھی ہے جو کچھ اس طرح ہے۔ Phonetical کو کچھ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔

Phone	tic	al

اسے اردو میں "فونیمیاتی" کہہ سکتے ہیں۔ لغوی معنی کی بجائے تعریف کی شکل میں اس کا مفہوم بیان کیا جا
سکتا ہے۔ اصطلاح سازی کے اصولوں کے مطابق دو زبانوں کو ملا کر اور زبان کے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر اسے وضع کیا گیا ہے۔

مستعمل اصطلاحات کی بات کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال نے اپنے اعتبار سے بہت سی اصطلاحات کا استعمال کیا اور انہیں نئی شان و شوکت بخشی۔ فکرِ اقبال میں مردِ مومن، انسانِ کامل، مردِ حق
، بندۂ آفاقی، بندۂ مومن، مردِ خدا اور بہت سی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ اگر یہ مذہبی اصطلاحات ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ اصطلاحات عصرِ حاضر کے تناظر میں استعمال کی ہیں اور انہیں منفرد رنگ عطا کیا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

> "اقبال نے ہر اصطلاح کو اپنے انداز سے توسیع کر کے، تعبیر پیش کر کے نیا رُخ عطا کیا ہے۔ یہاں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بہت ساری اصطلاحات کا مآخذ قرآنِ حکیم ہے لیکن اسے ہم مذہبی اصطلاح نہیں کہہ سکتے مثلاً خودی، قلندر، عشق، یہ وہ اصطلاحیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں۔ لیکن معنوی اعتبار سے ان تمام اصطلاحات کا سرچشمہ مذہب ہے"(9)

مفکرین نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اور اپنی بات کی توسیع، تفصیل اور تعبیر کے لیے ہر زبان
سے الفاظ و معانی کا سہارا لے کر اصطلاحات وضع کی ہیں اور یہی بات وضع اصطلاحات کے اصولوں

کا بنیادی پہلو ہے۔

ترجمہ نگاری میں اصطلاح سازی کی اہمیت مُسلَّم ہے۔ جب بھی کوئی ترجمہ کرتا ہے تو اسے اصطلاحات پر خصوصی توجہ دینا پڑتی ہے۔ آج اگر مستعمل اصطلاحات استعمال نہیں ہو رہی ہیں تو اس کی وجہ ہمارا علمی زوال ہے۔ کچھ اصطلاحات علم اور فن کے پیشِ نظر بھی وضع کی جاتی ہیں۔

علامہ اقبال کے خطبات "تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" کا ترجمہ کرتے وقت بھی بہت سی اصطلاحات وضع کی گئیں۔ سید نذیر نیازی نے ان خطبات کا ترجمہ کیا تو اصطلاحات کی وضاحت بھی پیش کی۔ اس حوالہ سے ایک طویل فہرست پر نگاہ ڈالی جا سکتی ہے جو ترجمہ کے آخری صفحات پر موجود ہے۔ اصطلاحات کے حوالے سے سید نذیر نیازی نے لکھا ہے کہ:

> "وضع اصطلاحات میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس طرح کے جو الفاظ اصطلاحاً استعمال ہو رہے ہیں ان کے اصطلاحی اور حقیقی مفہوم میں اس درجہ تفاوت نہ ہو کہ ہماری وضع کردہ اصطلاحات اور قدیم مصطلحات میں کوئی معنوی علاقہ باقی نہ رہے۔ یہی امر ان جدید یا قدیم عربی اور فارسی مصطلحات کے انتخاب میں بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے جن کے استعمال پر مجبور ہیں۔ ان اصطلاحات کا تعلق ایسے الفاظ سے نہیں ہونا چاہیے جن کے معنی ہماری زبان میں بالکل بدل چکے ہیں "(10)

ان اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اقبال کے خطبات کا ترجمہ کیا گیا اور وضع کردہ اصطلاحات اس ترجمہ کے لیے بہت معاون ثابت ہوئیں۔ یہ اصطلاحات خطبات کے مطالعہ میں بھی بہت معاون ثابت ہوتی ہیں اور بعض جگہوں پر تو بات سمجھنے میں دشواری کو بہت حد تک دور کر دیتی ہیں۔

اصطلاحات کا استعمال تحریر و تقریر کو نہ صرف موثر بناتا ہے بلکہ زبان و ادب کی تشکیل و ترویج اور فروغ کے لیے بھی بہت موثر ہے۔ اصطلاحات، ترجمہ نگاری کا اہم جزو ہیں۔ اردو زبان و ادب کے قواعد و ضوابط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وضع اصطلاحات

کے کام کو فروغ دیا جانا ضروری ہے۔ اس سے ترجمہ نگاری کے کام کو بھی وسعت ملے گی اور اردو زبان و ادب کا دامن بھی نئے الفاظ و مفاہیم سے آراستہ ہو گا۔

حوالہ جات

(1) آلِ احمد سرور، تراجم اور اصطلاح سازی کے مسائل، مشمولہ، ،تراجم کے مباحث، مرتب، محمد ابو بکر فاروقی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، نوید اسکائر، اردو بازار، 2016ء، صفحہ 352

(2) وحید الدین سلیم، اصول وضع اصطلاحات، مشمولہ، تراجم کے مباحث، مرتب،

محمد ابو بکر فاروقی، صفحہ 360

(3) خالد محمود خان، اصطلاحاتِ ترجمہ، مشمولہ، فنِ ترجمہ نگاری، لاہور : گلشن ہاؤس، 2019ء صفحہ 164

(4) وحید الدین سلیم، اصولِ اصطلاح سازی، مشمولہ ، فنِ ترجمہ نگاری، مرتبہ، خلیق انجم،

نئی دہلی: ثمر آفسٹ پرنٹرز، اشاعت سوم ستمبر 1996ء صفحہ 147

(5) بشیر احمد، مطالعہ فنِ ترجمہ اور منتخب مضامین، قومی اردو کونسل اور اصطلاح سازی، دہلی 95: اے / 78 جی 3 دلشاد کالونی، اکتوبر 2005ء صفحہ 34

(6) اقبال، شیخ محمد، علم الاقتصاد، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، س ن، صفحہ 5

(7) اقبال، علم الاقتصاد، دیباچہ، صفحہ 6

(8) توقیر احمد خان، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی ، نئی دہلی 2: لبرٹی آرٹ پریس پٹوری ہاؤس دریا گنج، 1989ء صفحہ 14

(9) محمد منظور عالم، کلامِ اقبال میں قرآنی آیات و احادیث اور مذہبی اصطلاحات کا جائزہ، نئی دہلی: ثمر آفسٹ، اشاعت دوم 2001ء صفحہ 155

(10) اقبال، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم،سید نذیر نیازی،لاہور: بزمِ اقبال 2،کلب روڈ، اشاعت پنجم جنوری2000ء صفحہ 324